میت کی طرف سے رمضان کے روزوں کی قضاء

تحریر: محمد رفیق طاھر عفی اللہ عنہ

www.rafeeqtahir.com

میت کے فرض روزے رہتے ہوں خواہ وہ رمضان المبارک کے ہوں نذر کے ہوں یا کفارہ کے میت کے اولیاء اسکی طرف سے روزے ہی رکھیں گے۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ»

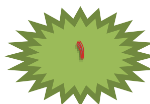
جو شخص فوت ہو جائے اور اسکے ذمہ روزہ ہو تو اسکا ولی اسکی طرف سے روزہ رکھے۔

صحیح البخاری: ۱۹۵۲

یہ روایت عام ہے اس میں ہر قسم کے فرض روزے داخل وشامل ہیں۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ روایت عام نہیں ہے بلکہ نذر کے روزوں کے ساتھ ہے اور اسکے لیے وہ بطور دلیل یہ روایت پیش کرتے ہیں:

نذر کے روزوں کے بارہ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:



أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ، فَقَالَ: «أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَيْهَا دَيْنٌ أَكُنْتِ تَقْضِينَهُ؟» قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: «فَدَيْنُ اللهِ أَحَقُّ بِالْقَضَاءِ»

ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا کہ میری والدہ فوت ہوگئی ہے اور اسکے ذمہ ایک ماہ کے روزے تھے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا کیا خیال ہے کہ اگر اس پر قرض ہوتا تو کیا تو اسے ادا کرتی؟ کہنے لگی جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اللہ کا قرض ادا کیے جانے کا زیادہ حقدار ہے۔

صحيح مسلم: ١١٤٨

صحیح البخاری میں وضاحت ہے:

إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ نَذْرٍ

میری والدہ فوت ہوگئی ہے اور اس پر نذر کے روزے ہیں۔

صحيح البخارى: ١٩٥٣

لیکن اس روایت سے صحیح بخاری کی پہلی عام روایت کو خاص کرنا درست نہیں کیونکہ

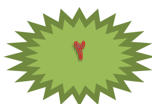
اولا:

علم اصول کا مسلمہ قاعدہ ہے:

العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب

اعتبار الفاظ کے عموم کا ہوتا ہے سبب کے خصوص کا نہیں

اور دوسرا قاعدہ ہے:



عام کے افراد میں سے کسی ایک فرد کا ذکر اس عام کے عموم کو ختم نہیں کرتا۔

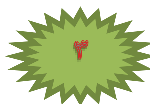
اور حدیث "من مات وعليه صيام " میں عموم کا ذکر ہے۔اور نذر والی حدیث میں اس عام کے ایک فرد کا تذکرہ ہے۔لہذا اسے نذر کے ساتھ خاص کرنا درست نہیں!

ثانیا:

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

بَيْنَا أَنَا جَالِسٌ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ أَتَتْهُ امْرَأَةٌ، فَقَالَتْ: إِنِّي تَصَدَّقْتُ عَلَى أُمِّي بِجَارِيَةٍ، وَإِنَّهَا مَاتَتْ، قَالَ: فَقَالَ: «وَجَبَ أَجْرُكِ، وَرَدَّهَا عَلَيْكِ الْمِيرَاثُ» قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّهُ كَانَ عَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ، أَفَأَصُومُ عَنْهَا؟ قَالَ: «صُومِي عَنْهَا» قَالَتْ: إِنَّهَا لَمْ تَحُجَّ قَطُّ، أَفَأَحُجُّ عَنْهَا؟ قَالَ: «حُجِّي عَنْهَا»

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک عورت آئی اور اس نے کہا کہ میں نے اپنی والدہ پر ایک لونڈی صدقہ کی تھی اور میری والدہ اب فوت ہوگئی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھے اجر مل گیا اور وراثت میں وہ لونڈی پھر تجھے مل گئی۔اس نے کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ذمہ ایک ماہ کے روزے تھے تو کیا میں اسکی طرف سے روزے رکھوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسکی طرف سے روزے رکھ۔کہنے لگی کہ اس نے کبھی حج نہیں کیا تھا تو کیا میں انکی طرف سے حج کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انکی طرف سے حج کر۔



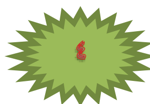
صحيح مسلم: ١١٤٩

یہی روایت ابو عوانہ میں وضاحت کے ساتھ ہے:
وَعَلَيْهَا صَوْمٌ مِنْ رَمَضَانَ
انکے ذمہ رمضان کے روزے ہیں۔

مستخرج أبی عوانة : ٢٩٠٦

اس روایت سے واضح ہو گیا کہ رمضان کے روزے بھی میت کی طرف رکھے جائیں گے ولی پہ لازم ہے کہ انکی قضائی دے۔

وعليها صوم من رمضان کی تعلیق کا موصول ہونا بھی ثابت ہے:
محمد بن یوسف الفریابی رحمہ اللہ نے امام سفیان ثوری رحمہ اللہ سے جو جزء حدیثی نقل کیا ہے اس میں امام سفیان ثوری فرماتے ہیں:
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ فَقَالَتْ: إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرِ رَمَضَانَ فَقَالَ: " صُومِي مَكَانَهَا "
سیدنا بریدہ بن الحصیب اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا میری والدہ فوت ہو گئی ہے اور اسکے ذمہ رمضان کے مہینہ کے روزے تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسکی جگہ تو روزے رکھ۔
[من حديث الإمام سفيان بن سعيد الثوري ، ط دار البشائر الإسلامية ٢٠٠٤ء، ص ١٥٣، حـ٢٧٦، رقم الحديث من مخطوط الظاهرية (٦٥)]



تنبیہ:

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ سے انکی یہ کتاب محمد بن یوسف الفریابی نے اور فریابی سے عبد اللہ بن محمد بن سعید بن أبی مریم نے روایت کی۔ مرکز الملک فیصل کی طرف سے شائع کردہ "خزانة التراث- فهرس المخطوطات" کے مطابق کویت کے مكتبة المخطوطات میں یہ مخطوط ۱۶۰۲ عن الظاهريه ۹۰/۳۸۲۶ موجود ہے۔ اور خزانة التراث میں اسکی رقم تسلسلی ۷۴۷۰۰ ہے۔اور مخطوط میں اسکا نام "ما أسند سفيان بن سعيد الثوری" درج ہے۔

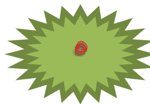
تنبیہ ثانی:

محمد بن یوسف بن واقد ' أبو عبد الله الفریابی رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ سمیت بہت سے کبار محدثین کے استاذ ہیں۔ اور یہ کوفہ اور مکہ میں سفیان ثوری رحمہ اللہ کے ساتھ رہے اور ان سے حدیث سنتے رہے۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَهُ عَنِ الثَّوْرِيّ إِفْرَادَاتٌ وَلَهُ حَدِيثٌ كَثِيرٌ عَنِ الثَّوْرِيّ وَقَدْ قَدِمَ الْفِرْيَابِيٌّ فِي سُفْيَانَ الثَّوْرِيّ عَلَى جَمَاعَةٍ مِثْلَ عَبد الرَّزَّاق وَنُظَرَائِهِ وَقَالُوا الْفِرْيَابِيُّ أَعْلَمُ بِالثَّوْرِيّ مِنْهُمْ

فریابی بہت سی روایات ثوری سے نقل کرنے میں منفرد ہیں اور ثوری سے وہ بہت سی احادیث نقل فرماتے ہیں۔اور سفیان ثوری سے روایت میں فریابی کو



امام عبد الرزاق صنعانی اور ان جیسوں پر مقدم کیا جاتا ہے۔ اور محدثین کا کہنا ہے کہ فریابی انکی نسبت ثوری کی مرویات کو زیادہ جانتے تھے۔

الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدى، ط العلمية، جـ٧ صـ٤٦٩

اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس انفراد کا سبب یہ بیان فرمایا ہے:

لأنه لازمه مدة ، فلا ينكر له أن ينفردعن ذلك البحر.

کیونکہ فریابی اک طویل عرصہ تک ثوری کے ساتھ رہے ہیں، لہذا یہ کوئی انوکھی بات نہیں کہ فریابی امام سفیان ثوری جیسے علم کے سمندر سے روایت کرنے میں منفرد بھی ہو۔

ميزان الاعتدال للذهبي، جـ٤ صـ٧١ (٨٣٤٠)

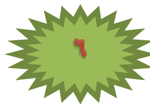
فائدہ:

اس روایت کو امام سفیان ثوری رحمہ اللہ سے روایت کرنے میں فریابی متفرد نہیں ہیں بلکہ ابو عبد الرحمن عبید اللہ الاشجعی نے بھی انکی متابعت کی ہے۔ امام ابو عوانہ فرماتے ہیں:

وَرَوَى الْأَشْجَعِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ فَقَالَ: وَعَلَيْهَا صَوْمٌ مِنْ رَمَضَانَ

اشجعی نے سفیان ثوری سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ اس کے ذمہ رمضان کے روزے تھے۔

صحيح أبي عوانه: ٢٩٠٦



بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ روایت سفیان ثوری اور عبد اللہ بن عطاء الطائفی کے مدلس ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے جبکہ یہ روایت ضعیف نہیں بلکہ مسلم کی شرط پر صحیح ہے!

اسکی تفصیل درج ذیل ہے:

سفيان ثوري طبقہ ثانیہ اور انکے شیخ عبد الله بن عطاء الطائفی مدلس ہی نہیں ہیں نہ ان سے تدلیس ثابت ہے، بلکہ وہ تو خطأاور تدلیس دونوں سے بری ہیں۔ البتہ بعض اہل علم کے ہاں وہ طبقہ اولی کے مدلس ہیں۔ اور ثوری و عبد اللہ دونوں ہی قلیل التدلیس ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ طبقات المدلسین میں فرماتے ہیں:

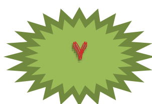
الاولى : من لم يوصف بذلك الا نادرا كيحيي بن سعيد الانصاري

پہلا طبقہ ان مدلسین کا ہے جو تدلیس سے متصف نہیں، مگر شاذ ونادر وہ بھی تدلیس کر لیتے ہیں یحیی بن سعید الانصاری کی طرح۔

طبقات المدلسين :صـ ١٣

طبقہ ثانیہ کے بارہ میں فرماتے ہیں:

الثانية : من احتمل الائمة تدليسه وأخرجوا له في الصحيح لامامته وقلة تدليسه في جنب ما روى كالثوري أو كان لا يدلس الا عن ثقة كإبن عيينة



دوسرا طبقہ: ان مدلسین کا ہے جنکی تدلیس کو ائمہ نے قبول کیا ہے اور انکی امامت اور انکی مرویات کے مقابل انکی تدلیس کم ہونے کیوجہ سے ائمہ نے انکے عنعنہ کو قبول کیا ہے اور صحیح میں انکی روایات درج کی ہیں' جیسا کہ سفیان ثوری ہیں۔ یا اس طبقہ میں وہ مدلسین شامل ہیں جو صرف ثقہ سے ہی تدلیس کرتے تھے جیسا کہ ابن عیینہ ہیں۔

طبقات المدلسين: صـ ١٣

عبد اللہ بن عطاء الطائفی کو ابن حجر نے پہلے طبقہ میں شمار کیا ہے

(١٦) م ٤ عبد الله بن عطاء الطائفي نزيل مكة من صغار التابعين قضيته في التدليس مشهورة رواها شعبة عن أبي إسحاق السبيعي

عبد اللہ بن عطاء طائفی نزیل مکہ، صغار تابعین میں سے ہیں اور تدلیس کے بارہ انکا واقعہ مشہور ہے اسے شعبہ نے ابو اسحاق سبیعی سے روایت کیا ہے۔

طبقات المدلسين: صـ٢٢

((اس واقعہ کی تفصیل اور انکے تدلیس سے بری ہونے کی بحث آگے آرہی ہے))

اور سفیان ثوری کو انہوں نے طبقہ ثانیہ میں شمار کیا ہے جیسا کہ مقدمہ میں بطور مثال انکا نام ذکر فرمایا اور پھر دوسرے طبقہ میں انکا نام ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:



(٥١) ع سفيان بن سعيد الثوري الامام المشهور الفقيه العابد الحافظ الكبير وصفه النسائي وغيره بالتدليس وقال البخاري ما أقل تدليسه

سفیان بن سعید ثوری، امام، مشہور، فقیہ، عابد، بہت بڑے حافظ ہیں، نسائی وغیرہ نے انہیں تدلیس سے موصوف کیا ہے، اور امام بخاری نے فرمایا کہ انکی تدلیس کتنی ہی تھوڑی ہے۔

طبقات المدلسين: صـ ٣٢

یاد رہے کہ قلیل التدلیس راوی کا عنعنہ دلیل کے بغیر رد نہیں کیا جاتا۔ جبکہ کثیر التدلیس راوی کا عنعنہ دلیل کے بغیر قبول نہیں کیا جاتا۔
جیسا کہ قلیل الخطأ کی روایت دلیل کے بغیر رد نہیں کی جاتی اور کثیر الخطأ کی روایت دلیل کے بغیر قبول نہیں کی جاتی۔
لہذا یہاں سفیان ثوری اور انکے شیخ عبد اللہ بن عطاء کا (اگر انہیں مدلس مان بھی لیا جائے تب بھی) عنعنہ تو ہے لیکن تدلیس نہیں۔ اس عنعنہ کو تدلیس ثابت کرنے کے لیے دلیل چاہیے جو کہ موجود نہیں۔ لہذا یہ روایت صحیح ہے اس پر کوئی غبار نہیں۔

لیکن یہ بات یاد رہے کہ سفیان ثوری کے شیخ عبد اللہ بن عطاء طائفی کے بارہ میں تحقیق یہ ہے کہ وہ مدلس نہیں ہیں۔ رہا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا انہیں تدلیس سے موصوف کرتے ہوئے یہ کہنا:



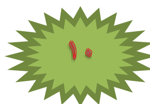
قضيته في التدليس مشهورة رواها شعبة عن أبي إسحاق السبيعي

تدلیس کے بارہ انکاواقعہ مشہور ہے اسے شعبہ نے ابو اسحاق سبیعی سے روایت کیاہے۔

طبقات المدلسين : صـ٢٢

اس بات کی دلیل ہے کہ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس قضیہ کی وجہ سے انہیں مدلس گردانا ہے۔ اور یہ سہو ہے۔ کیونکہ شعبہ رحمہ اللہ نے جس واقعہ کو ابو اسحاق سبیعی سے روایت کیا ہے اس میں عبد اللہ بن عطاء الطائفی پر تدلیس کا الزام ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ اس میں تو صرف یہ صراحت ہے کہ عبد اللہ بن عطاء نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔ یعنی وہ قصہ تدلیس کے بارہ میں ہے ہی نہیں بلکہ ارسال کے بارہ میں ہے۔ تدلیس کے بارہ میں تب ہوتا جب اس میں یہ بیان کیا جاتا کہ یہ روایت عبد اللہ بن عطاء نے عقبہ بن عامر سے نہیں سنی اسکے علاوہ باقی مرویات سن رکھی ہیں۔

کیونکہ تدلیس کہتے ہی اسے ہیں کہ کوئی راوی اپنے ایسے استاذ سے جس سے اس نے احادیث سن رکھی ہوں کوئی ایسی روایت نقل کرے جو اس راوی نے اس استاذ سے خود نہیں سنی بلکہ کسی اور نے اس استاذ سے سن کر اس راوی کو سنائی ہو۔ لیکن جب کسی راوی کا کسی محدث سے سماع ہی نہ ہو' ملاقات ہی نہ ہو' لیکن پھر بھی وہ راوی اس محدث سے روایت کرتے ہوئے کہے کہ اس محدث نے یہ حدیث روایت کی ہے تو اسے تدلیس نہیں ارسال کہتے ہیں۔



امام شعبہ رحمہ اللہ والے قصہ سے پہلے عبد اللہ بن عطاء الطائفی از عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ" کے بارہ میں ائمہ فن کی رائے ملاحظہ فرمالیں:

۱ - امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لم ير عقبة بن عامر"

عبد اللہ بن عطاء نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھا۔

الثقات : جـ٥ صـ ٣٣ (٣٧١٠)

۲ - امام مزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

روى عن .... وعقبة بن عامر الجهني (ق) - ولم يدركه -

انہوں نے عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی ہے (ابن ماجہ میں) لیکن انہیں پایا نہیں۔

تهذيب الكمال : جـ١٥ صـ٣١٢ (٣٤٢٩)

۳ - حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

روى عن .... عقبة بن عامر مرسلا

انہوں نے عقبہ بن عامر سے مرسلا روایت کی ہے۔

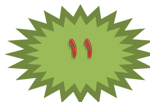
تهذيب التهذيب : جـ٥ صـ٣٢٢ (٥٥١)

۴ - امام سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يروي عن: عقبة بن عامر ولم يدركه

یہ عقبہ بن عامر سے روایت کرتے ہیں جبکہ انہیں پایا نہیں۔

التحفة اللطيفة في تاريخ المدينة الشريفة :جـ٢ صـ ٦١ (٢١٥٣)



ائمہ فن سے یہ بات ثابت ہو جانے کے بعد کہ عبد اللہ بن عطاء الطائفی نے عقبہ بن عامر کو نہیں پایا اور نہ ہی ان سے کچھ سنا ہے' اب ہم چلتے ہیں اس قضیہ کی طرف جسے امام شعبہ رحمہ اللہ نے ابو اسحاق السبیعی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے' جس کی بنیاد پر عبد اللہ بن عطاء الطائفی کو مدلس کہا جا رہا ہے۔

اب وہ واقعہ بغور ملاحظہ فرمائیں:

یہ واقعہ خطیب نے کفایہ میں اپنی سند سے نقل کیا ہے۔ خطیب بغدادی فرماتے ہیں:

أَخْبَرَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَسْنَوَيْهِ الْكَاتِبُ ، بِأَصْبَهَانَ، ثنا أَبُو جَعْفَرٍ أَحْمَدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ مَعْبَدٍ السِّمْسَارُ، ثنا عُمَرُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ السُّنِّيِّ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ غَالِبٍ أَبُو يَحْيَى الْعَطَّارُ ، ح وَأَخْبَرَنِي الْقَاضِي أَبُو الْعَلَاءِ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ الْوَاسِطِيُّ، ثنا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَتَّابِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ عَتَّابٍ الْعَبْدِيُّ، أنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُبَشِّرٍ، ثنا أَبُو يَحْيَى مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدٍ الْعَطَّارُ. وَاللَّفْظُ لِابْنِ السُّنِّيِّ . عَنْ أَبِي يَحْيَى، عَنْ نَصْرُ بْنُ حَمَّادٍ الْوَرَّاقُ ، قَالَ: كُنَّا قُعُودًا عَلَى بَابِ شُعْبَةَ نَتَذَاكَرُ ، قَالَ: فَقُلْتُ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَطَاءٍ ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ ، قَالَ: كُنَّا نَتَنَاوَبُ رِعَاةَ الْإِبِلِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَجِئْتُ ذَاتَ يَوْمٍ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ وَحَوْلَهُ أَصْحَابُهُ ، فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: «مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ، ثُمَّ

دَخَلَ مَسْجِدًا فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ فَاسْتَغْفَرَ اللَّهَ ، غَفَرَ اللَّهُ لَهُ» قَالَ: فَقُلْتُ: بَخٍ بَخٍ ، قَالَ: فَجَذَبَنِي رَجُلٌ مِنْ خَلْفِي ، فَالْتَفَتُّ فَإِذَا هُوَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ، فَقَالَ: الَّذِي قَالَ قَبْلُ أَحْسَنُ ، قَالَ: " مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ، وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ ، قِيلَ لَهُ: ادْخُلْ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شِئْتَ " قَالَ: فَخَرَجَ إِلَيَّ شُعْبَةُ فَلَطَمَنِي ، ثُمَّ دَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ ، فَقَالَ: مَا لَهُ بَعْدُ يَبْكِي؟ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ: إِنَّكَ أَسَأْتَ إِلَيْهِ ، فَقَالَ: أَمَا تَنْظُرُ مَا يُحَدِّثُ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَطَاءٍ عَنْ عُقْبَةَ؟ أَنَا قُلْتُ لِأَبِي إِسْحَاقَ: مَنْ حَدَّثَكَ؟ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَطَاءٍ عَنْ عُقْبَةَ ، قُلْتُ: سَمِعَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَطَاءٍ مِنْ عُقْبَةَ؟ قَالَ: فَغَضِبَ وَمِسْعَرُ بْنُ كِدَامٍ حَاضِرٌ فَقَالَ: أَغْضَبْتَ الشَّيْخَ ، فَقَالَ مِسْعَرٌ: عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَطَاءٍ بِمَكَّةَ ، فَرَحَلْتُ إِلَى مَكَّةَ لَمْ أُرِدِ الْحَجَّ ، أَرَدْتُ الْحَدِيثَ ، فَلَقِيتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَطَاءٍ فَسَأَلْتُهُ ، فَقَالَ سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنِي فَقَالَ لِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ: سَعْدٌ بِالْمَدِينَةِ لَمْ يَحُجَّ الْعَامَ ، فَرَحَلْتُ إِلَى الْمَدِينَةِ ، فَلَقِيتُ سَعْدًا فَقَالَ: الْحَدِيثُ مِنْ عِنْدِكُمْ زِيَادُ بْنُ مِخْرَاقٍ حَدَّثَنِي ، قَالَ شُعْبَةُ: فَقُلْتُ: إِيشْ هَذَا؟ الْحَدِيثُ بَيْنَا ، هُوَ كُوفِيٌّ إِذْ صَارَ مَدَنِيًّا ، إِذْ رَجَعَ إِلَى الْبَصْرَةِ ، قَالَ أَبُو يَحْيَى: هَذَا الْكَلَامَ أَوْ نَحْوَهُ ، قَالَ: فَرَجَعْتُ إِلَى الْبَصْرَةِ فَلَقِيتُ زِيَادَ بْنَ مِخْرَاقٍ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: لَيْسَ هُوَ مِنْ بَابَتِكَ ، قُلْتُ: حَدِّثْنِي بِهِ ، قَالَ: لَا تُرِدْهُ ، قُلْتُ: حَدِّثْنِي بِهِ قَالَ: حَدَّثَنِي شَهْرُ بْنُ حَوْشَبٍ عَنْ أَبِي رَيْحَانَةَ عَنْ عُقْبَةَ ، قَالَ شُعْبَةُ: فَلَمَّا ذَكَرَ شَهْرًا قُلْتُ: دَمِّرْ عَلَى هَذَا

الْحَدِيثِ ، لَوْ صَحَّ لِي مِثْلُ هَذَا الْحَدِيثِ كَانَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَهْلِي وَمَالِي وَمِنَ النَّاسِ أَجْمَعِينَ "

الكفايه فى علم الرواية : ص ٤٠٠

خلاصہ یہ کہ نصر بن حماد الوارق کہتے ہیں کہ ہم امام شعبہ رحمہ اللہ کے دروزے پہ بیٹھے مذاکرہ کررہے تھے تو میں نے کہا:

حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَطَاءٍ ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ

اور اس سند سے حدیث بیان کی تو امام شعبہ رحمہ اللہ نکلے اور انہوں نے مجھے تھپڑ رسید کر دیا پھر اندر داخل ہوگئے' پھر نکلے تو کہا کہ اسے کیا ہے ابھی تک رو رہا ہے؟ تو عبد اللہ بن ادریس نے کہا کہ آپ نے اس کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ تو فرمانے لگے کیا تو دیکھتا نہیں کہ وہ بطریق اسرائیل از ابو اسحاق از عبد اللہ بن عطاء از عقبہ بن عامر کیا بیان کر رہا ہے؟ میں نے ابو اسحاق سے پوچھا تھا کہ آپکو کس نے یہ حدیث بیان کی ہے تو انہوں نے کہا مجھے عبد اللہ بن عطاء نے عقبہ بن عامر سے روایت بیان کی ہے۔ میں نے پوچھا کہ عبد اللہ بن عطاء نے عقبہ بن عامر سے سنا ہے؟ تو وہ غصے ہوگئے! اس وقت مسعر بن کدام بھی موجود تھے۔ تو مسعر کہتے ہیں کہ میں مکہ میں عبد اللہ بن عطاء کے پاس گیا اور ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ مجھے یہ حدیث سعد بن ابراہیم نے بیان کی ہے۔ میں نے سعد سے پوچھا تو انہوں نے کہ مجھے زیاد بن مخراق نے یہ حدیث بیان کی ہے۔ اور جب زیاد بن مخراق سے پوچھا تو انہوں نے کہ مجھے

شہر بن حوشب نے یہ حدیث بیان کی ہے انہوں نے ابو ریحانہ سے سنی اور ابو ریحانہ نے عقبہ بن عامر سے۔(انتہی ملخصا)

یعنی سند اصل میں یوں تھی:

إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَطَاءٍ حَدَّثَنِي سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنِي زِيَادُ بْنُ مِخْرَاقٍ حَدَّثَنِي شَهْرُ بْنُ حَوْشَبٍ عَنْ أَبِي رَيْحَانَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ

یعنی عبد اللہ بن عطاء اور عقبہ بن عامر کے درمیان چار واسطے تھے جنہیں حذف کر دیا گیا تھا۔ اسی وجہ سے امام شعبہ رحمہ اللہ نے نصر بن حماد کو مارا اور غصے ہوئے۔

اور جب امام شعبہ رحمہ اللہ نے ابو اسحاق السبیعی سے یہ سند (عن عبد اللہ بن عطاء عن عقبۃ بن عامر) سنی تو اعتراض کیا کہ کیا عبد اللہ بن عطاء نے عقبہ بن عامر سے سنا ہے؟ یہ نہیں کہا کہ کیا یہ روایت عبد اللہ بن عطاء نے عقبہ بن عامر سے سنی ہے؟ یعنی امام شعبہ رحمہ اللہ واضح کرنا چاہ رہے تھے کہ عبد اللہ بن عطاء کا تو عقبہ بن عامر سے سماع ہی نہیں ہے پھر عبد اللہ بن عطاء از عقبہ بن عامر کیسے بن گیا؟ اور چونکہ ابو اسحاق السبیعی الہمدانی رحمہ اللہ مدلس تھے اور تدلیس الاسناد کرتے تھے تو امام شعبہ کے سوال پر غصے ہوگئے کہ شاید تدلیس تسویہ کا بھی شک کیا جا رہا ہے کیونکہ امام شعبہ رحمہ اللہ تدلیس کے بارہ میں بہت سخت تھے۔ اس پر مسعر بن کدام نے اس سند کی تحقیق کا بیڑا اٹھایا اور سارے واسطے معلوم کیے۔

اس واقعہ سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ عبد اللہ بن عطاء رحمہ اللہ تدلیس نہیں بلکہ ارسال کرتے تھے۔ اور پھر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی یہی بات تہذیب التہذیب میں تسلیم کرتے ہوئے فرمایا ہے:

روى عن .... عقبة بن عامر مرسلا

انہوں نے عقبہ بن عامر سے مرسلا روایت کی ہے۔

تهذيب التهذيب : جـ٥ صـ٣٢٢ (٥٥١)

لیکن پھر اسی واقعہ کی بناء پر تقریب میں کہا:

صدوق يخطىء ويدلس

یہ صدوق ہے اور خطا کرتا ہے اور تدلیس کرتا ہے۔

تقريب التهذيب: ٣٤٧٩

اور پھر طبقات میں فرمایا:

(١٦) م ٤ عبد الله بن عطاء الطائفي نزيل مكة من صغار التابعين قضيته في التدليس مشهورة رواها شعبة عن أبي إسحاق السبيعي

عبد اللہ بن عطاء طائفی نزیل مکہ، صغار تابعین میں سے ہیں اور تدلیس کے بارہ انکا واقعہ مشہور ہے اسے شعبہ نے ابو اسحاق سبیعی سے روایت کیا ہے۔

طبقات المدلسين: صـ٢٢

اور پھر اسی واقعہ کو ہی بنیاد بنا کر ابن العراقی نے انہیں مدلسین میں شمار کرتے ہوئے فرمایا:

فهذا يدل على أن عبد الله بن عطاء كان مدلسا.



تو یہ واقعہ دلالت کرتا ہے کہ عبد اللہ بن عطاء مدلس تھے!

المدلسين :٣٤

الغرض عبد اللہ بن عطاء کو مدلس قرار دینے کی بنیاد اس واقعہ پر ہے جس سے انکی تدلیس ثابت ہی نہیں ہوتی۔ لہذا حق اور انصاف یہی ہے کہ عبد اللہ بن عطاء الطائفی ابو عطاء رحمہ اللہ مدلس نہیں تھے۔

خوب سمجھ لیں!

تنبیہ بلیغ!

اس واقعہ میں عبد اللہ بن عطاء رحمہ اللہ کے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے سماع و ملاقات پر بحث ہے۔ اور اس میں حق یہی ہے کہ انہوں نے نہ تو عقبہ رضی اللہ عنہ کو پایا نہ ان سے حدیث سنی' لہذا عبد الله بن عطاء عن عقبه بن عامر منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ جبکہ جو روایت ہم نے میت کی طرف رمضان کے روزوں کی قضاء دینے سے متعلق نقل کی ہے اس میں عبد اللہ بن عطاء رحمہ اللہ عبد اللہ بن بریدۃ سے روایت کر رہے ہیں اور عبد الله بن عطاء عن عبد الله بن بريدة صحیح ہے' کیونکہ عبد اللہ بن بریدہ سے عبد اللہ بن عطاء رحمہ اللہ نے ملاقات کی اور سنا ہے۔ اور عبد اللہ بن عطاء پر تدلیس کا الزام بھی ثابت نہیں۔ لہذا یہ سند (عبد الله بن عطاء عن عبد الله بن بريدة) متصل ہے۔

ثانیا:

امام مسلم نے بھی من و عن اسی سند سے یہی روایت صحیح مسلم میں بھی نقل کی ہے۔ گو کہ وہاں 'صوم رمضان' کی وضاحت نہیں ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

امام مسلم فرماتے ہیں: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا الثَّوْرِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ بِمِثْلِهِ، وَقَالَ: صَوْمُ شَهْرٍ. وحَدَّثَنِيهِ إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى، عَنْ سُفْيَانَ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ، وَقَالَ: صَوْمُ شَهْرَيْنِ.

صحيح مسلم :١١٤٩

لہذا یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کی یہ روایت مسلم کی شرط پر صحیح ہے!

تنبیہ بلیغ:

ایک ہی روایت مختلف جگہوں پر مختلف الفاظ سے مروی ہوتی ہے۔ کبھی ایک جگہ الفاظ کم ہوتے ہیں تو دوسری جگہ زیادہ' اور کبھی ایک جگہ بات مجمل ہوتی ہے دوسری جگہ مفصل۔ روایت ایک ہی ہوتی ہے رواۃ اسے بیان کرتے ہوئے اختصار یا تفصیل سے کام لیتے ہیں۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا بالخصوص اس وقت جب سند بھی ایک ہی ہو۔

خلاصہ:

اس ساری بحث سے یہ نتیجہ نکلا کہ میت کی طرف سے رمضان کے روزوں کی قضاء دینے والی مرفوع روایت مسلم کی شرط پر صحیح' اپنے معنی میں صریح'

اور غیر معارض ہے جس میں تاًویل کی کوئی گنجائش نہیں۔ لہذا اگر کوئی فوت ہو جائے اور اسکے ذمہ رمضان کے روزے ہوں تو اسکی طرف سے اسکے اولیاء روزہ رکھیں۔

فائدہ:

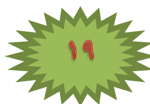
یاد رہے کہ امام سفیان بن سعید بن مسروق الثوری رحمہ اللہ سے تدلیس تسویہ کرنا بھی ثابت ہے۔ لیکن وہ احباب جنہوں نے یہ اصول بنا رکھا ہے کہ مدلس کا ہر عنعنہ رد کر دیا جائے۔ وہ بھی سفیان ثوری کے عنعنہ کو تو رد کرتے ہیں لیکن ثوری سے آگے والے عنعنہ کو قبول کر لیتے ہیں۔ حالانکہ تدلیس تسویہ کرنے والے راوی کے بارہ میں اصول ہے کہ اس سے آگے آخر سند تک تحدیث وسماع کی صراحت ہو تو قبول وگرنہ روایت رد ہوتی ہے۔ الغرض یہ احباب گرامی قدر اپنے ہی اصول کو ایک راوی یعنی سفیان ثوری کے بارہ میں توڑ دیتے ہیں۔ جس سے انکے اپنے وضع کردہ اصول کی حیثیت واضح ہو جاتی ہے۔

فائدہ ثانیہ:

کچھ لوگ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان:

لَا يَصُمْ أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ

(جزء ابي الجهم: ٢٤)



پیش کرکے میت کی طرف سے رمضان کے روزے رکھنے سے منع کرتے ہیں۔ لیکن یہ روایت استدلال کے قابل نہیں اسکی کچھ وجوہ ہیں:

نمبر ا۔

یہ روایت بھی مبہم ہے! ہم اسکی تاؑویل کرتے ہیں کہ یہ زندگی میں کسی کی طرف سے روزے رکھنے کے متعلق ہے۔ اور اسے 'فرض روزوں' کے ساتھ خاص کرنے کی دلیل نہیں۔

نمبر ۲۔

یہ موقوف روایت ہے اور موقوفات دین میں حجت نہیں!۔

نمبر ۳۔

اگر مذکورہ روایت مکمل نقل کی جائے تو شاید اسے حجت بنانے کی کوشش نہ ہو کیونکہ اسی روایت میں کسی کی طرف سے حج کرنے سے بھی منع ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

٢٤ - حَدَّثَنَا العَلاءُ، ثَنَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ، كَانَ يَقُولُ: «لَا يَصُمْ أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ، وَلَا يَحُجَّ أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ»

(جزء ابی الجهم: ٢٤،وسنده صحیح)

خوب سمجھ لیں۔

فائدہ ثالثہ:

فدیہ کا حکم شروع اسلام میں تھا لیکن بعد میں اللہ تعالی نے اسے منسوخ فرما دیا۔

ابن ابی لیلی فرماتے ہیں:

حدثنا أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم نزل رمضان فشق عليهم فكان من أطعم كل يوم مسكينا ترك الصوم ممن يطيقه ورخص لهم في ذلك فنسختها وأن تصوموا خير لكم فأمروا بالصوم

کئی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ہمیں بتایا کہ جب رمضان کے روزوں کی فرضیت نازل ہوئی تو جس پر روزہ گراں گزرتا، اگر اسکے پاس طاقت ہوتی تو وہ ہر دن ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتا اور روزہ چھوڑ دیتا، اور انہیں اس بات کی رخصت تھی، پھر اس رخصت کو وأن تصوموا خیر لکم نے منسوخ کر دیا اور انہیں روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا۔

صحيح البخارى: قبل حديث ١٩٤٩

نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے (فِدْيَةٌ طَعَامِ مَسَاكِينَ) کی تلاوت فرمائی اور فرمایا: «هِيَ مَنْسُوخَةٌ» یہ منسوخ ہے۔

صحيح البخارى: ١٩٤٩

http://www.rafeeqtahir.com/ur/play.php?catsmktba=1777

فدیہ والے مسئلہ کی تفصیل جاننے کے لیے ہمارا دوسرا مضمون پڑھیں

